کیا ادب کے بغیر ہم زندہ رہ سکتے ہیں؟

دنیا کی وہ تمام قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں جنہوں نے اپنی تہذیب اور اپنے ادب کی حفاظت نہیں کی۔ لیکن مٹھی بھر اسرائیلی قوم آج بھی زندہ ہے اور اپنے وجود کا احساس ساری دنیا کو دلاتی رہتی ہے۔ کیوں کہ اس قوم نے اپنی تہذیب اور اپنے ادب کو مٹنے نہیں دیا۔ لہٰذا ادب اور شاعری قوموں کو زندہ و تابندہ رکھنے کے وسیلے ہیں۔ کسی بھی زندہ قوم کی پہچان اس کی تہذیب، زبان، ادب اور فلسفے سے ہوتی ہے جنہیں پھیلانے اور مشتہر کرنے کے لئے شاعری سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ یہ وہ ذریعۂ اظہار ہے جو سینہ بہ سینہ ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوتا رہتا ہے ساتھ ہی کتابوں کے اوراق میں محفوظ رہے یا نہ رہے لیکن دل کے نہاخانے میں ضرور محفوظ رہتی ہے۔ قرآن شریف نثری صنف میں ہونے کے باوجود بھی شعری لوازمات اور تخلیقی لطافتوں سے پُر ہے۔ اس کی آیتیں کسی نہ کسی وزن و بحر میں ہیں۔ قافیے اور ردیف کی تکرار کی گونج ہر جگہ سنائی دیتی ہے۔ مہابھارت، رامائن اور گیتا جیسی آسمانی کتابوں کے علاوہ دنیا کی بیشتر رزمیہ اور عظیم کتابیں شاعری کے سانچے میں ڈھالی گئی ہیں۔ مثلاً کالی داس کی گرنتھاولی میں شامل ''میگھ دوتم''، ''رگھوونشم''، ''کمار سمبھو'' اور ''شکنتلم'' جیسی تخلیقات شاعری کی ہیئیت میں ہیں۔ اسی طرح شاہنامۂ فردوسی، مثنویاتِ مولانا روم، حافظ، سعدی اور بیدل وغیرہ شاعروں کی غزلیات، Wordsworth, Milton, Shakespeare وغیرہ عظیم تخلیق کاروں کی تخلیقات شعری اصناف میں ہیں۔ میر، غالب اور اقبال جیسے عظیم شخصیات نے بھی شاعری کی زبان میں اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اقبال نے فلسفۂ عشق، خودی، شاہین اور ابن عربی کے صوفیانہ نظریے کی تشریح و تعبیر شاعری کی زبان میں کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شاعری چیزِ دیگر است۔ اہلِ علم کا خیال ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ میں شاعری موثر ترین ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر کے دل سے نکلی ہوئی بات قاری یا سامع کے دل تک براہ راست پہنچتی ہے اور دیر تک اپنا اثر قائم رکھتی ہے۔ شاید اسی لئے پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے اپنے دور کے شاعروں کو □Erotic شاعری اور خرافات کو ترک کر کے شاعری کے ذریعہ دین کو پھیلانے اور عوام اور معاشرے کی اصلاح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ آپ ﷺ اگر چاہتے تو شاعری کو لعنت قرار دے دیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا کیوں شاعری ایک ایسا Atom ہے جس سے تخریبی اور تعمیری دونوں کام لیئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے سوچا کہ کیوں نہ اس سے تعمیری کام لیا جائے اس لئے انہوں نے شاعری کی تعریف کی اور اس سے تعمیری کاموں کو انجام دینے کی ترغیب دی۔ مولانا حالی نے بھی شاعری کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح کی بات کی اور مناجات بیوہ اور مدوجزر اسلام جیسی نظمیں لکھ کر معاشرے کی اصلاح کی تحریک چلائی۔ فارسی اور اردو کے بیشتر شعرا نے صوفیوں کے نظریۂ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مشکل ترین مسائل کو شاعری کی زبان میں آسان اور موثر طریقہ سے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کے لئے اس سے بہتر اور موثر ذریعہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد میر و مرزا سے لکھنوی شعرا کے زمانے تک شاعری کا جادو خانقاہوں سے شرفاء کی محفلوں تک اور گلی کوچوں سے طوائفوں کے کوٹھوں تک سر چڑھ کر بولتا تھا۔ مشاعرے اور ادبی و شعری محفلیں جہاں عوامی تفریح کے ذرائع تھیں وہیں تہذیب سیکھنے، ذہنی سکون حاصل کرنے اور تصوف کی پہلی زینہ سے آخری زینہ تک کی سفر طے کرنے کے لئے شاعری کی مدد لی جاتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ''ادب'' تہذیب کا چہرہ ہوتا ہے اور شاعری چہرے کی لطافت و نزاکت ہوتی ہے کیوں کہ شاعری ادب کے تمام اصناف اور تمام فنونِ لطیفہ

میں لطیف ترین صنف ہے۔ چہرہ اور خاص کر چہرے کی لطافت ونزاکت کے بغیر دنیا کے کسی بھی خوبصورت شے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ ہماری مشترکہ تہذیب ایک خوبصورت دلہن ہے تو ادب اس دلہن کا چہرہ ہے اور شاعری اس دلہن کے چہرے کی نزاکت ہے۔ تاج محل فن تعمیر کی انتہائی نادرونایاب مثال ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کا ساتواں عجوبہ ہے۔ یہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب بھی ہے جس کا چہرہ ''ادب'' اور چہرے کی نزاکت شاعری ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ادب اپنے آپ میں سب سے بڑا عجوبہ ہے اور شاعری اس سے بھی بڑا عجوبہ ہے۔ لہٰذا اس کی قدر وقیمت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرنا ہماری اوّلین فرض ہے۔

آج پوری دنیا ایک Globel Village میں تبدیل ہو چکی ہے اور ایک ملک کی تہذیب دوسرے ملک کی تہذیب پر اثر انداز ہو رہی ہے اور نوجوان طبقہ مشاعروں اور دیگر علمی وادبی محفلوں سے محظوظ ہونے کے بجائے Friendship Day اور اس طرح کے نہ جانے کون کون سے days منا رہے ہیں اور مول کلچر، remix culture اور کئی دیگر خرافات کی کلچر سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ مادیت پرستی اور صارفیت بھی بیماری کی طرح مغرب سے مشرق تک پھیلتی جا رہی ہے، ذہنی وقلبی سکون ختم ہو رہا ہے، لوگ نروان اور موکش حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں کے غاروں میں اور گنگا کے پویتر گھاٹوں پر بھٹک رہے ہیں۔ لیکن انہیں نہ کہیں موکش پراپت ہو رہی ہے اور نہ کہیں قلبی وذہنی سکون مل رہا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں انہیں روحانیت اور تصوف کے راستے پر گامزن کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان راستوں پر چلنے کے لئے جس راہبر کی ضرورت ہے وہ صرف شاعری ہے۔ شاعری ہمیں عشق مجازی کے راستے عشق حقیقی تک پہنچاتی ہے۔ عشق حقیقی وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر انسان دنیا کے تمام غموں اور الجھنوں سے نجات پالیتا ہے۔ کیوں کہ اس مقام پر صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں جسے پرمانند بھی کہا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انگریزی زبان میں شاعر کو خالق، فاطر اور صانع وغیرہ کہا جاتا ہے اور قدیم لاتینی زبان میں شاعر کو نبی بھی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا بھی بڑا قدیم ضرب المثل ہے کہ ''شاعری پیغمبری کا جزو ہے''۔ اسی لئے رابرٹ براؤننگ نے خدا کو شاعرِ اکمل کہا ہے اور ڈاکٹر بجنوری نے انہیں تصورات کے زیرِ اثر کہا ہے کہ ''آفرینش کی قدرت جو صفاتِ باری میں سے ہے جو شاعر کو بھی ارزانی کی گئی ہے''۔ رابرٹ براؤننگ اور بجنوری کے خیالات کو درست ٹھہراتے ہوئے ناقدوں نے شعری اصطلاح ''آمد'' کو وحی یا الہام قرار دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ آمد دراصل شعر کی وہ عنصری ماہیت ہے جو بے اختیار اور بے ساختہ شاعر کے دل میں موجزن ہوتی رہتی ہے جسے وحی سے تعبیر کیا سکتا ہے۔ لہٰذا شاعری محض تفریح ہی نہیں بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ آج کا دور High Tech کا دور ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ شاعری کو High Tech سے جوڑ دیا جائے اور Internet کی www.youtube.com جیسی websites پر مشاعروں اور شعری نشستوں کی Vedio recording اور غزل گلوکاراؤں کی مترنم آواز ڈال کر پوری دنیا کو پھر سے شاعری کے سحر میں اسیر کر دیا جائے۔ تاکہ ہمارے قوم کے نوجوان High Tech تفریح کے ساتھ ساتھ ہماری کھوئی ہوئی تہذیب سے روشناس ہو سکیں اور قلبی وذہنی سکون پھر سے حاصل کر سکیں۔

Residence: 262-D, Shipra Sun City, Indirapuram, Ghaziabad-201014
Mobile No: 09911796525
Website:people.du.ac.in/~aahmad